شیر محمد گریوال

برِّصغیر کے مسلمان حکمران اور بحری طاقت

ماضی کے حالات کا جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ "بحری طاقت" اکثر قوموں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔ جو قومیں، بحری طاقت کے لحاظ سے مضبوط رہی ہیں وہ دنیا کی سیاسی بساط پر نمایاں ہو کر اُبھری ہیں۔ اس کے برعکس جو قومیں بحری طاقت میں کمزور تھیں، ان کی سالمیت اور بقا خطرے میں رہی۔ "سرد جنگوں" کے جدید دور میں تو بحری طاقت کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

مسلمانوں کو بحری طاقت کی اہمیت کا شروع ہی سے احساس تھا۔ ساحلی علاقوں کے عرب مسلمان پیدائشی طور پر سمندروں سے مانوس تھے۔ وہ قبل از اسلام یعنی زمانۂ قدیم سے جہاز رانی کرتے چلے آئے تھے۔ بحیرۂ قلزم، خلیج عدن، خلیج فارس، بحیرہ عرب، بحرِ ہند، خلیج بنگال، آبنائے ملکا اور بحر الکاہل کے اکثر حصّوں پر ان کو تجارتی فوقیت حاصل تھی۔ ان سمندروں اور خلیجوں کے اہم ٹھکانوں، راستوں اور جزیروں سے واقف تھے۔ اسلام سے پہلے ان کی جہازرانی کے مقاصد اگرچہ زیادہ تر تجارتی نوعیت کے تھے، لیکن بعد از اسلام، تبلیغِ اسلام بھی ان کے مقاصد میں شامل ہو گئی اور اس طرح بحری مہموں کا آغاز بھی جلد ہو گیا۔

بحری مہموں کے لیے تحریک در اصل عمر فاروقؓ کے ہی زمانے میں پیدا ہو گئی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری مہموں کے لیے دربارِ خلافت سے اجازت چاہی تھی۔ اس اثنا میں بحرین کے گورنر نے سندھ اور بمبئی کے ساحلوں کی طرف فوجی مہمیں بھیجی تھیں جو کامیاب رہیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے بعض اسباب کی بنا پر بحری جنگوں کی ممانعت کر دی تھی۔ لیکن حضرت عثمان کے زمانے میں امیر معاویہؓ کی قیادت میں باقاعدہ بحری مہموں کا آغاز ہو گیا، اسلامی بحری بیڑے کی تنظیم شروع ہوئی، قسطنطنیہ پر کامیاب بحری حملہ کیا گیا، بحیرہ روم میں قبرص کے جزیرے رومیوں سے فتح کر لیے گئے۔ رومیوں کے ساتھ ابتدائی بحری مہموں کے دوران مسلمانوں کے جہازوں کی تعداد ۶۰۰ کے مقابلے میں تقریباً ۲۰۰ تھی۔ یہ تعداد امیر معاویہ کے آخری زمانے تک ۱۸۰۰ تک پہنچ چکی تھی۔ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں اسلامی

بحری بیڑے میں مزید ترقی ہوئی ۔ بحری بیڑے کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ۔ طرابلس (ساحل لبنان پر) تیونس (افریقہ)، اسکندریہ (مصر) بڑے بڑے بحری اڈے تھے، جہاں بحری فوج رہتی تھی اور بحری جہاز بھی بنتے تھے ۔ اندازہ کیجیے کہ موسیٰ بن نصیر کی گورنری کے دوران صرف تیونس کی بندرگاہ پر ایک سو جہاز بن کر تیار ہوئے تھے ۔ اس شاندار بحری بیڑے کی مدد سے شاندار فتوحات حاصل کی گئیں ۔ بحیرہ روم کے اکثر جزیرے فتح کر لیے گئے ۔ رومیوں کو بحیرۂ روم کے پانیوں سے نکال دیا گیا ۔ سارے سمندر پر مسلمانوں کو مکمل فوقیت حاصل ہوگئی ۔ سپین اور سندھ پر کامیاب بحری حملے کیے گئے ۔

امویوں کے بعد عباسیوں نے بھی اپنی بحری طاقت کا خیال رکھا ۔ اگرچہ اب اسلامی ریاست تین مرکزوں، دمشق، قرطبہ اور قاہرہ میں تقسیم ہو چکی تھی، اور شمالی افریقہ اور سپین مرکزی حکومت سے آزاد ہو چکے تھے لیکن ہارون الرشید نے بحیرہ روم میں کامیاب مہمیں بھیجیں اور بحیرہ روم کے جزیروں کو دوبارہ فتح کر لیا ۔ فاتحین مصر اور سپین کے امویوں کے پاس بھی مضبوط بحری بیڑے موجود تھے ۔ یہ حکومتیں اپنی اپنی بندرگاہوں پر حکماً بحری کشتیاں اور بحری جہاز تیار کرواتی تھیں ۔

الغرض ابتدائی صدیوں میں مسلمان حکمران جہاں کہیں بھی گئے، اپنے حلقۂ اثر کے سمندروں پر پورا کنٹرول رکھتے تھے ۔ وہ بحیرۂ روم، بحرِ اوقیانوس کے بعض حصوں، بحیرۂ قلزم، بحیرہ عرب، خلیج فارس پر چھائے رہے اور بحرِ ہند کے پانیوں پر بھی ان کا کنٹرول تھا ۔ بعد کی صدیوں میں عثمانی ترکوں نے اپنی بحری طاقت کے بل بوتے پر بحیرۂ روم پر مکمل کنٹرول حاصل کیا ۔ ترکی بیڑا خیرالدین باربروسہ کی نگرانی اور قیادت میں عروج پر پہنچا ۔ خیرالدین دنیائے اسلام کا مایہ ناز بحری ہیرو تھا ۔ وہ مشہور ترک سلطان سلیمان اعظم کا دوست اور بحری معاملات کا مشیر تھا ۔ بحیرہ روم کے جزائر اور اٹلی و سپین کے علاقوں کو اس نے فتح کیا تھا ۔

ترکوں کی توجہ کا مرکز زیادہ تر بحیرۂ روم ہی رہا ۔ خلیج فارس، بحیرۂ قلزم اور بحیرہ عرب پر زیادہ توجہ نہ دی ۔ حالانکہ سلیمان اعظم کے دورِ حکومت میں کالی کٹ کے حکمران زمورن نے پرتگیزوں کے خلاف بحری اتحاد کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے ۔ وقتی طور پر زمورن کی مدد کے لیے مصر سے ترکی بحری بیڑہ آیا بھی تھا ۔ لیکن بعد میں ترکوں نے بحیرۂ عرب اور بحرِ ہند کو نظر انداز ہی کیے رکھا ۔ حالانکہ وہ خلیج فارس اور بحیرہ قلزم کے ذریعے بحرِ ہند کے پانیوں پر آسانی سے اپنی فوقیت قائم کر سکتے تھے، اور نہر سویز والے راستے کے علاوہ راس امید

کا راستہ بھی یورپین اقوام کے لیے بند کر سکتے تھے۔

ترکوں کا مرکزِ سیاست بحیرۂ عرب اور بحیرۂ ہند سے دور تھا۔ غالباً اسی لیے وہ ان سمندروں کو نظر انداز کرتے رہے۔ لیکن برصغیر کے مسلمان حکمران، جن کا سیاسی مرکز اُن کے قریب تھا، اس ضمن میں کچھ نہ کر سکے۔ حالانکہ محمد بن قاسم کے حملے سے لے کر اورنگ زیب کی وفات تک خلیج فارس، بحیرۂ عرب، بحرِ ہند، خلیج بنگال کے سواحل پر اُن کا سیاسی غلبہ رہا۔ علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں سارا برصغیر فتح ہو گیا تھا۔ اس سے سلطنتِ دہلی کا برصغیر کے مغربی، جنوبی اور مشرقی ساحلوں پر اثر و رسوخ بڑھ گیا تھا۔ تغلقوں کے زمانے میں یہ اثر و رسوخ قائم رہا۔ تغلقوں کے آخری زمانے میں جنوبی ہندوستان کے اکثر حصے بہمنی سلطنت کی حیثیت سے مرکز سے آزاد ہو گئے۔ اور پھر بہمنی سلطنت خود مزید کئی حصوں میں بٹ گئی۔ سلطنتِ دہلی اور بہمنی سلطنت کی جنوبی ہند کی دوسری مسلمان ریاستیں، ان سب کے ہاں ہر قسم کی ترقی کے تذکرے تو ملتے ہیں، لیکن ان میں کوئی ریاست بھی ایسی نہ تھی جو بحری بیڑہ رکھتی ہو۔ خاص کر احمد نگر اور بیجاپور کی مسلمان ریاستیں جو عین ساحلِ سمندر پر واقع تھیں، توپ و تفنگ کی ترقی میں تو مشہور ہوئیں، لیکن ان کے ہاں کسی مضبوط بحری بیڑے کا ذکر نہیں ملتا۔

سلاطینِ دہلی کے علاوہ مغلوں نے بھی بحری بیڑے کی مضبوطی پر کوئی توجہ دی۔ حالانکہ اکبر کے زمانے تک مغلوں کو گجرات اور احمد نگر کے ساحلوں تک سیاسی رسائی حاصل ہو گئی تھی۔ اورنگ زیب کے زمانے میں علاؤ الدین خلجی کے عہد کی طرح شمالی ہندوستان کے علاوہ سارا جنوبی ہندوستان مغلوں کے قبضے میں آچکا تھا اور برصغیر کے سارے ساحل ان کے سیاسی حلقہ اثر میں تھے۔ لیکن عظیم مغلوں نے بحری طاقت کے استحکام پر کوئی توجہ نہ دی۔ باوجود اس کے کہ اب یہ حالات و واقعات کا تقاضا بھی تھا۔

سلاطینِ دہلی کے زمانے میں سمندر کی طرف سے کوئی غیر ملکی خطرہ موجود نہیں تھا اس لیے اگر سلاطینِ دہلی نے بحری طاقت کے استحکام پر کوئی توجہ نہ دی تو وہ اتنی قابلِ اعتراض نہیں جتنا کہ مغل قابلِ اعتراض ہیں۔ کیونکہ مُغلوں کے زمانے میں پرتگیز ایک بہت بڑا خطرہ بن گئے تھے۔

پرتگیزوں کا ورود مئی ۱۴۹۸ء میں واسکوڈے گاما کی آمد سے ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ واسکوڈے گاما محض سمندر میں سیر کرتے کرتے کالی کٹ کے مقام پر پہنچا تھا۔ یہ خیال آرائی بالکل غلط ہے۔ وہ خاص مقاصد کے ساتھ ہندوستان آیا تھا۔ پرتگیز حکمرانوں کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ بلا شرکت غیرے تمام

سمندروں پر حکمرانی کریں۔ واسکوڈے گاما کا برصغیر کی طرف بحری سفر اس سلسلے کی ایک اہم کڑی تھا۔ وہ ایک مسلح بیڑے کے ساتھ کالی کٹ کے ساحل پر اُترا تھا۔ اس کے بیڑے میں تین جہاز تھے اور ان میں اسلحہ تھا۔ جھنڈا بردار جہاز میں ۲۰ کے قریب بندوقیں تھیں۔

کالی کٹ کے حکمران زاموورن نے واسکوڈے گاما کی آمد کو خطرے کی گھنٹی سمجھا اور جلد ہی زاموورن اور پرتگیزوں کے درمیان طاقت آزمائی شروع ہوگئی۔ پرتگیز گوا میں اپنے پاؤں جمانے میں کامیاب ہوگئے اور جلد ہی ایک ریاست کی حیثیت اختیار کر گئے۔

ادھر ہم عصر مسلمان حکمران اکبر اعظم کا حال دیکھیے کہ باوجود ایک عظیم طاقت ہونے کے پرتگیزوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتا، بلکہ الٹا پرتگیزوں سے اپنی صلح کی پالیسی کے تحت پیار کی پینگیں بڑھاتا ہے۔ اسلام اور اسلامی تہذیب کے کٹر دشمن عیسائی پادریوں کو اپنے دربار میں عزت و توقیر بخشتا ہے، ان کو "عبادت خانے" کی بحثوں میں شریک کرتا ہے۔

پرتگیز مغلوں کے لیے خطرے کی گھنٹی تھے۔ اکبر کو خبردار ہونا چاہیے تھا اور اسے پرتگیزوں کے خلاف ایک عظیم بحری بیڑا تیار کرنا چاہیے تھا لیکن اکبر نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اس سے پرتگیزوں کو ہندوستان کے ساحلوں پر من مانیاں کرنے کا موقع مل گیا۔

پرتگیزوں کی دیکھا دیکھی ولندیزی، فرانسیسی اور انگریزوں کو بھی یکے بعد دیگرے ہندوستان کے ساحلوں پر پاؤں جمانے کا موقع ہاتھ آگیا اور ان نام نہاد یورپین تجارتی اقوام نے جلد ہی ہندوستان کی سیاست میں حصہ لینا شروع کردیا اور اپنی بحری طاقت کے بل بوتے پر ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا رُخ موڑنے میں کامیاب ہوگئیں۔

مغلوں کی تباہی میں یوں تو اور بھی بے شمار عوامل مصروفِ کار رہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو مغلوں کی تباہی و بربادی کا سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ اُن کے پاس مضبوط بحری بیڑا نہ تھا۔ یہاں یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہوگا کہ مغلوں کے ہاں سرے سے بحری بیڑا موجود ہی نہ تھا۔ بحری بیڑا موجود ضرور تھا اور بحری امور کے لیے ایک شعبہ بھی موجود تھا۔ جس کا سربراہ امیرِ بحر کہلاتا تھا۔ لیکن یہ بیڑا بادبانی کشتیوں اور چھوٹے چھوٹے جہازوں پر مشتمل تھا۔ اندرونِ ملک دریاؤں میں آمدورفت کے لیے کشتیوں سے ہی کام لیا جاتا تھا اور بعض اوقات دریائی کشتیوں ہی سے جنگیں جیتی جاتی تھیں، اور کشتیاں شہنشاہوں کی سفارش پر بنائی جاتی

تھیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اندرونِ ملک دریاؤں میں استعمال ہونے والی دریائی کشتیاں ”بحری طاقت“ کیسے ہو سکتی تھیں ؟ اور ساحلِ سمندر پر بھی جو جہاز موجود تھے ، وہ تجارتی نوعیت کے تھے ، جنگی نوعیت کے نہ تھے ۔ البتہ جنجیرا کے بحری بیڑے کی طاقت سے انکار نہیں ۔ اس کی بنیاد ملک عنبر نے رکھی تھی ۔ گجرات اور کھمبائیت کے مغل بحری حملے نے اس بحری بیڑے سے فائدہ اٹھایا ۔ لیکن یہ عظیم مغلوں کے شایانِ شان نہیں تھا کہ وہ اپنے طویل ساحلوں پر ایک مختصر سے بیڑے پر قناعت کرتے ۔ اورنگ زیب کو بحری بیڑے کی کمزوری کا احساس ہو گیا تھا اور اس نے بحری بیڑے کو مضبوط کرنے کی کوشش بھی کی ، لیکن اس اکیلے کی کوشش کیا کر سکتی تھی ۔

بحیثیت مجموعی مغلوں کے بحری بیڑے کی نوعیت تجارتی تھی اور اس میں کام کرنے والا بحری عملہ صرف دریاؤں یا دریاؤں کے دہانوں میں جہاز رانی کی مہارت رکھتا تھا ۔ سمندر کے گہرے پانیوں سے اس عملے کو مہارت حاصل نہ تھی ۔

مغل ایک بحری طاقت کیوں نہ بن سکے ۔ اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں ۔ ایک یہ کہ مغل سنٹرل ایشیا کی روایات کے حامل تھے ۔ سنٹرل ایشیا کی روایات میں بحری امور میں دلچسپی مفقود تھی ۔ دوسرے مغلوں کو یہی خیال تھا کہ ہندوستان پر بیرونی حملہ شمال مغربی پہاڑوں ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے چنانچہ اس پر اُن کی توجہ مرکوز رہی اور اس سلسلے میں انھوں نے ”فارورڈ“ پالیسی بھی اختیار کی ۔ تیسرے وہ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ سمندر کی طرف سے ہندوستان پر بیرونی قبضہ ہو سکتا ہے ، اس لیے یورپین اقوام کی آمد کو انھوں نے کوئی اہمیت نہ دی ۔ مگر ان کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا ، اور مغل بالآخر ان ہی یورپین اقوام کے ہاتھوں تباہ ہوئے ۔

اگر مغل شروع ہی سے اس خطرے کو بھانپ لیتے اور اپنی بحری طاقت کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے تو یقیناً اس میں کامیاب ہو جاتے ، کیونکہ ہندوستان کے تمام تر وسائل ان کے قبضہ میں تھے جہاں وہ عظیم الشان عمارات ، مساجد ، مقابر اور قلعے کروڑوں روپے خرچ کر کے تعمیر کرا سکتے تھے ، وہاں ایک بحری بیڑا بھی بنا سکتے تھے ۔ جس سے وہ اپنے ساحلوں کی حفاظت کرنے کے قابل ہوتے ، لیکن مغل بحری طاقت نہ بن سکے اور زوال سے ہم کنار ہوئے ، اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک سبق چھوڑ گئے ۔